

## Bay-Basi Ki Bastan

[اس ترقی یافتہ دور میں جبکہ انسان مریخ پر جاننے کی سوچ رہے ہیں۔ ہمارے وطن کے کسی علاقے میں، جب اس طرح کے واقعات رونما ہوتے ہیں تو حیرت ہوتی ہے اور ان واقعات پر یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ بے شک آپ نے اپنے ملک کے بہت سے ترقی یافتہ بڑے اور چھوٹے شہر، دیہات، قصبے اور گاؤں دیکھے ہوں گے لیکن آپ نے گوہ سلیمان کے سلسلے میں آباد پہاڑی بستیوں شاید ہی دیکھی ہوں جن میں عرصہ قدیم سے بسنے والے قبائل آج بھی اپنی صدیوں پرانی روایات اور ریت پریت کے پابند ہیں۔ ان پہاڑی سلسلوں میں زیادہ تر خوبصورت اور جری بلوچ قبائل آباد ہیں اور اس علاقہ کا حقیقی طرز زندگی ہم بڑے شہروں کے باسیوں سے اوجھل ہی رہا ہے۔ تاہم ہمارا تعلق چونکہ سخی سرور شہر سے رہا، لہذا ہمارا آنا جانا مدتوں سے گوہ سلیمان کی آباد بستیوں کی جانب لگا رہتا تھا کہ جہاں میرے والدین کے قریبی رشتہ دار رہتے تھے اور وہاں ہمارا آبائی گھر بھی تھا۔ میں بھی وہاں اکثر غمی اور خوشی کے موقعوں پر جاتی رہتی تھی۔ یہ چالیس برس پرانی بات ہے۔ ان دنوں میں بارہ تیرہ سال کی تھی۔ مجھے لگتا ہے جیسے یہ کل کی بات ہو۔ آج بھی مجھے آپا گلزار کا چہرہ ایک دمچمکتے ہوئے چاند کی طرح یاد ہے۔ تب میں اپنی خالہ زاد گلزار کے ساتھ رہا کرتی تھی کیونکہ میری ماں بیمار تھیں اور والد سخی سرور میں مینجر تعینات تھے۔ یہ شہر ڈیرہ غازی خان کے قریب تھا جہاں سرکاری اسپتال میں علاج معالجہ کی خاطر میرے والد، اماں جان کو بھی ساتھ سخی سرور لے گئے تھے اور مجھے وہ خالہ کے پاس چھوڑ تے۔ بتاتی چلوں کہ خالو میرے سگے تایا بھی تھے اور ہمارا آبائی گھر ایک ہی تھا۔ ہماری دادی جان نے مجھ کو سخی سرور والدین کے ہمراہ نہ بھیجا کہ ان کو مجھ سے بہت انسیت تھی۔ میں بھی یہاں بہت خوش تھی کہ خالہ اور گلزار مجھ سے پیار کرتی تھیں۔ مجھ کو خالہ کے پاس رہنے سے والدین کی کمی محسوس نہ ہوتی۔ ہمارا گائوں اونچائی پر تھا جہاں سر سبز درخت تھے اور موسم سرما میں برف گرتی تھی۔ یہاں کے لوگوں کا ذریعہ معاش مویشی پالنا اور اپنے قطعات اراضی پر بارانی فصل لگانا تھا۔ یہاں لڑکیاں مویشی چرانے اور جھرنے سے پانی بھرنے کو عار نہ جانتی تھیں۔ ایک دن میں نے محسوس کیا کہ آپا گلزار کو جب سی لگ گئی ہے۔ وہ باغوں سے آتیں تو کھانا نہ کھا تیں، گدے پر لیٹ جاتیں اور بس چھت کوتکتی تھیں۔ خالہ ان کو کھانے کے لئے آواز میں دیتی رہتی تھیں۔ یہ آثار اچھے نہ تھے۔ میں فکر مند تھی کہ وہ مجھ سے بھی پہلے کی طرح ہنسنتی بولتی نہ تھیں۔ چاہتی تھی کہ جو ان کے دل میں ہے وہ زبان پر آجائے۔ ایک روز ہم دونوں جھرنے پر گئے۔ واپسی پر ایک نوجوان کو دیکھا۔ مجھے لگا یہ کسی کے انتظار میں ہے۔ پہلے تو میں نے وہم جانا لیکن اچانک گلزار کی جانب نظر تھی، وہ اس نوجوان کی جانب ایسی نظروں سے دیکھ رہی تھیں جیسے کوئی من چاہی شخص کو دیکھ لیتا ہے تو آنکھوں آنکھوں میں جوت جلنے لگتی ہے۔ عمر میں ان سے چھوٹی ضرور تھی مگر اتنی بھی نادان نہیں تھی۔ میں نے ان سے کہا۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ ضرور کوئی بات ہے۔ انہوں نے ایسے سر جھکا لیا جیسے اپنی خطا کو تسلیم کر رہی ہوں۔ جب دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا تو گھر آتے ہی میں ان کے پیچھے پڑ گئی، تب انہوں نے میری ہنسی کی کہ میری گوہر تم یہ بات کسی کو مت بتانا۔ اس روز سے فکر نے مجھ کو جکڑ لیا۔ دن رات ایک ہی بات سوچتی تھی۔ اگر بابا اور بھائیوں کو خبر ہو گئی تو کیا ہو گا۔ میں تایا جی کو بڑے بابا کہتی تھی۔ وہ بہت سخت مزاج تھے مگر ان سے بھی زیادہ سخت گیر تو گلزار کے بھائی تھے۔ ان کو علم ہو جاتا اگر کہ کوئی اجنبی نوجوان ان کے گھر کی لڑکیوں کے رستے میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اس کا ایسا بندوبست کر دیتے کہ وہ دوبارہ اس دنیا میں نظر نہ آسکے۔ ایک روز کمرے میں بلا کر بتایا کہ آج ہماری ایک بھیڑ کے گلے میں دھاگے سے کسی نے گھنگرو ڈالا ہے۔ کس نے؟ اس نے جس کو تم نے رستے میں کھڑا دیکھا تھا۔ ایسا کہتے ہوئے گلزار آپا کارنگ گلابی ہو گیا۔ وہ تھوڑا سا شرما رہی تھیں جبکہ انے والے وقت کا خوف ان کے چہرے سے نمایاں نہیں تھا۔ آپا کیا اس معاملے میں تم کو میری ضرورت ہے کیونکہ مجھے کو لگتا تھا ان کو گھر کے مردوں کا خوف تو ہے نہیں، تبھی ایسا میں نے ان کا اعتماد حاصل کرنے کو کہا۔ میری بہن میری چالبازی کو نہ سمجھتے ہوئے خوش ہو گئی۔ ہاں تمہاری مجھے سخت ضرورت ہے کیونکہ تم پر اعتبار ہے۔ اچھا تو کہو نا۔ وہ تھوڑی دیر چپ رہنے کے بعد بولیں۔ بھیڑ کے گلے میں گھنگرو ڈالنے کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مجھے چھرنے پر بلایا ہے۔ تم میرے ساتھ چلو گی؟ ہاں، چلوں گی۔ میں نے جواب دیا۔ اس جگہ درختوں کا ایک ایسا جھنڈ تھا۔ جس میں اگر دو انسان چھپ کر بیٹھ جائیں تو آسانی سے نظر نہیں آسکتے تھے کیونکہ اس طرف دو تین بڑے پتھر پڑے ہوئے تھے۔ بظاہر یہ جگہ محفوظ نظر آتی تھی لیکن محبت کرنے والوں کے لئے کوئی جگہ محفوظ نہیں ہوتی۔ میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اسے اس پر خطر رستے پر تنہا سفر نہ کرنے دوں بلکہ ساتھ چلوں تا کہ کوئی اگر ادھر سے گزرے تو انہیں ہر وقت خبر دے کر بد نامی سے بچالوں۔ یہ صرف بدنامی کا معاملہ نہ تھا۔ اس میں ان دونوں کا مرنا جینا چھپا ہوا تھا۔ وقت مقرر ہم فوری پیکل پتھروں سے گھر لے آئے جگہ پہنچے، جو جھرنے سے چند قدم پر تھا اور جہاں درختوں کا جھنڈ تھا۔ میرا دل دھڑکنے لگا۔ وہ جانباز پہلے ہی پہنچا ہوا تھا۔ نزدیک سے پہلی بار میں نے اسے دیکھا۔ صورت سے بھلا لگتا تھا، سیرت کا خدا کو پتا تھا۔ محبت کا جذبہ ازل ہی تھا کہ وقتی، مجھے ان باتوں کی سمجھ نہ تھی۔ مجھے تو اپنی بہن سے غرض تھی جو اپنے دلی جذبات کے آگے بے بس تھی اور دوراندیشی سے محروم ہو چکی تھی۔ اب جب گلزار جھرنے پر جانے کا کہتی، مجھے ان کے ساتھ جانا پڑتا۔ گھر سے نکلنے تک میں منع کرتی مگر وہ قدم روک نہ پاتیں، مجبوراً ساتھ ہو لیتی کہ اکیلے جانے میں زیادہ خطرہ تھا ورنہ میں ہر صورت اپنی خالہ زاد کو نقصان سے بچانا چاہتی تھی۔ رستے میں بھی کہتی جاتی۔ آپا جان اب بھی کچھ نہیں گیا، قدموں کو تھام سکتی ہو، تھام لو۔ تمہاری اس من مانی کا انجام ٹھیک نہ ہو گا۔ بس آج جارہے ہیں سمجھو کہ آخری بار آئندہ تمہاری بات مانوں گی اور ہم نہیں جائیں گے۔ اس نے ایسا وعدہ بہت بار کیا مگر ہر بار توڑ دیا۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ اس راہ میں ایسے وعدے صرف توڑنے کے لئے ہی ہوتے ہیں۔ ایک دن آپا xao نے مجھے باتوں باتوں میں بتایا کہ جانباز نے مجھے شادی کا کہا ہے۔ مگر یہ کس طرح ممکن ہے۔ ہم اپنے قبیلے سے تو باہر نہیں جا سکتے۔ اس کے لئے جان دینی پڑتی ہے۔ یہ سن کر وہ بچہ گئیں۔ اگلے دن میری طبیعت خراب ہو گئی۔ بخار کی وجہ سے لحاف سے نکل نہ سکی۔ اونچے نیچے پہاڑی رستے پر چلنے کے قابل نہ تھی۔ گلزار کو جانے سے میں نے روکا۔ واسطے دیئے کہ اکیلی مت جاؤ ضرور کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ میں مشکیزہ لے کر جارہی ہوں۔ بھائی نے ہم کو مشکیزے سے پانی لانے کو منع کیا تھا۔ وہ چلی گئیں میرے منع کرنے کو خاطر میں نہ لائیں۔ آج میرا xao دل بری طرح دھڑک رہا تھا کہ میری بہن اکیلی گئی تو ضرور آج کچھ نہ کچھ ہو جائے گا۔ وہ چلی گئی اکیلی ہی۔ آج والد اور بھائی گھر نہ تھے۔ وہ کھیتی باڑی کی خاطر کاریزوں کی طرف گئے ہوئے تھے۔ گلزار کو

کسی کا ڈر نہ تھا، جانے کیسے وہ اتنی دلیر ہو گئی تھی۔ اگلے دو تین دن تک میرا بخار نہ اترتا اور آپا کے سر سے اکیلے جانے کا خوف بالکل ہی ختم ہو چکا تھا۔ ان کی ہمت بڑھ گئی تھی، وہ اکیلی ہی جانے لگیں۔ شاید تقدیر ایسے ہی بُرے دنوں کی تاک میں تھی۔ اتفاق کہ ایک روز بھائی نے اسے چہرے کی طرف اکیلے جاتے دیکھ لیا۔ ان کے جی میں کیا سمائی کہ وہ ان کے تعاقب میں لگ گئے۔ گلزار آپا تیز تیز قدموں سے جارہی تھیں۔ پیچھے مڑ کر دیکھنے کا بھی اسے ہوش نہ رہا تھا۔ وہ اب اپنے کان بند کر چکی تھی۔ کوئی ابٹ کوئی آواز ان کو سنائی نہ دیتی تھی۔ جنوبی وہ ملاقات کی جگہ پہنچی، مشکیزہ زمین پر پھینک دیا اور پتھروں کی اوٹ کو جانے لگی۔ تبھی جانباز قدموں کی چاپ سن کر باہر آگیا اور شکوہ کرنے لگا کہ تم نے اتنی دیر کیوں کر دی۔ ابھی وہ جواب بھی نہ دے پائی تھی کہ اس نے بڑے بھائی کو ادھر آتے دیکھ لیا۔ جانباز تو اس کو دیکھتے ہی سر پیٹ بھاگا اور بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا، 'آپا نے بھی دوڑ کر نیھی مشکیزہ اٹھالیا اور چہرے کی طرف جانے لگی مگر بھائی سر پر پہنچ گیا۔ بھائی کے نیور اچھے نہ دیکھ کر انہوں نے مشکیزہ پھینک دیا اور گھر کی طرف دوڑ لگادی۔ شاہ رخ xa0 نے ان کو وہاں کچھ کہنا مناسب نہ سمجھا۔ ان کے پیچھے گھر آ پہنچا اور آتے ہی بندوق کی نال سیدھی کر دی۔ انا فانا کئی گولیاں آپا کے سینے میں اتر گئیں۔ خالہ نے یہ منظر دیکھا تو بیٹی کی سمت دوڑیں اس کے اور گولیوں کے بیچ انے کی کوشش میں مگر وہ بیٹی کو نہ بچا سکیں۔ شاہ رخ xa0 نے ماں کو مرتی ہوئی بیٹی کے قریب پہنچنے نہیں دیا اور انہیں پکڑے رکھا۔ دوسرا بھائی جو گھر پہنچ چکا تھا اس نے ماں کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تا کہ اور کا بھی کوئی نہ سن سکے۔ میں بندوق کی آواز پر کمرے سے باہر نکلی تو یہ منظر دیکھا کہ xa0 میری سانس رک سی گئی اور میری آنکھوں کے سامنے گلزار آپا نے تڑپتے ہوئے دم توڑ دیا۔ اسی وقت دوسرے بھائی بھی آگئے۔ سب نے مل کر لاش کو گھر کے پچھوڑے جہاں لکڑیاں ذخیرہ تھیں اور بیٹڑ بکریاں رکھی جاتی تھیں، گڑھا کھود کر دفن کر دیا اور سارے علاقے میں مشہور کر دیا کہ گلزار نالے پر کپڑے دھونے لگی تھی، پانوں پھسل جانے سے پانی میں گر کر ٹوب گئی اور اس کی لاش نہیں ملی۔ لاش ظاہر ہے کیسے ملتی۔ ایسی لاشیں جن کو پانی کے تیز بہاؤ سے نکالنا ممکن ہی نہیں ہوتا۔ یہ بہنی ہوئی کہاں سے کہاں چلتی ہیں۔ انہیں نہ کوئی تلاش کر سکتا ہے اور نہ پکڑ سکتا ہے۔ علاقے کے لوگوں نے اس خبر کو ایسے سنا جیسے یہ کوئی معمولی بات ہو۔ وہ سمجھ دار لوگ جانتے تھے کہ ایسی خبروں کی نہ تو تشہیر کرنا چاہیے اور نہ افسوس ... ان باتوں کا ذکر کرنا بھی اچھی روایات کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ اس کے پیچھے کسی خاندان کی عزت و ناموس کے نایاب موتیوں کی آب برقرار رکھنا ہوتی ہے۔ ایسے ہی ہمارے قبیلے کے ہر مرد کے خیالات تھے۔ اس روز کے بعد جانباز تو اس طرح غائب ہوا کہ اس کو پھر کسی نے نہ دیکھا۔ گلزار کے بھائیوں نے اس کو ہر ممکن ٹھکانے پر تلاش کیا مگر سراغ نہ ملا۔ xa0 یقیناً وہ پہاڑ سے اتر کر کسی میدانی علاقے میں چلا گیا تھا کیونکہ زندگی بچانے کا بس یہی ایک طریقہ تھا۔ اس کے پاس اپنے علاقے سے ہمیشہ کی جلا وطنی۔ اس واقعہ نے میری خالہ کے گھر کو زندہ قبرستان بنا دیا۔ جب امی آئیں، خالہ ان سے لپٹ کر خوب روتی تھیں۔ کہتی تھیں کہ تم اور تمہارا شوہر ادھر ہوتے تو شاید میری گلزار کو بچالیتے۔ اماں، میں اور بابا جان ہم تین نفوس ہی ایسے تھے جن سے اس کی جان بخشی کی امید کی جاسکتی تھی لیکن گلزار کے بھائیوں نے جو رد عمل ظاہر کیا وہ تو فوری اور انا فانا تھا، خاص طور پر شاہ رخ اور افگن کا رویہ بعد میں یقیناً وہ بھی افسردہ ہوئے ہوں گے۔ کسی کو انہوں نے اتنا وقت ہی نہ دیا کہ کوئی آگے بڑھ کر ڈھال بن جاتا، گلزار کی جان بچا سکتا۔ سب کو افسوس یہ تھا کہ کم از کم بھائی اس کو کچھ کہنے سننے کا موقع تو دیتا لیکن جو قتل آج بھی غیرت کے نام پر ہوتے ہیں، سبھی جانتے ہیں کہ اس میں عورت کو اپنی صفائی میں کچھ کہنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ یہ عمل اشتعال میں اور فوری طور پر پی سر زد ہوتا ہے۔ کم سن لڑکی جو ان جذبوں کی مالک ہوتی ہے۔ کم اندیشی اس کی عقل پر پردہ ڈال دیتی ہے لیکن میری بہن نے پاک دامنی کو عزیز رکھا تھا، وہ پھر کیوں کر سزائے موت کی حق دار ہوئی۔ اس واقعہ کے بعد میرے والد مجھے اپنے ساتھ سخی سرور لے آئے تھے اور پھر ہم یہیں کے ہو رہے۔"